بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ دائرۂ ادبیہ (۳)

بیگمات بنگال

مترجمہ

مولوی سید فی النورین صاحب انوار ترمذی

سنہ ۱۹۱۹ء

کیسری داس سیٹھ کے اہتمام سے نولکشور پریس لکھنؤ میں چھپی

اور

دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے

شائع کی

قیمت —

[illegible]

تاریخی ناول

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ مترجم

"بنگس آف بنگال" جس کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہو اس کے مولف مسٹر [illegible] ناتھ بنرجی ایک بنگالی بابو ہیں۔ اس تالیف مین آپنے کیا محنت [illegible] ہے اور کتاب کیسی ہے؟ یہ خود اس کے دیکھنے اور ذیل کی تمہید سے واضح ہوگا جسے جناب مولف اپنی کتاب کا خوشنما زیور بناتے ہیں۔

بابو اکشواے کمار مسٹر بی ایل صاحب تمہید لکھتے ہیں:۔

تمہید | اس تمہید کا صرف یہ منشا ہو کہ اس ناقابل انکار حقیقت

اعتراف کیا جائے "بیگمات بنگال" نوابان بنگال کی تاریخ مین
ایک وقیع درجہ رکھتی ہین۔ وہ اگرچہ پردہ مین رہتی تھین، لیکن
نوابون اور ان کے دربار پر اپنے اثر کو پوری طور سے کام مین
لاتی تھین۔

ان مین سے بعض بیگمین اپنی غیر معمولی دانائی اور دور اندیشی
کے لحاظ سے بہت مشہور تھین۔ اور بعض نے اپنی عالی حوصلگی
و سخاوت، اور نیز دوسری ہر دلعزیز صفتون سے اپنی ہمجنسون
اور جنس اعلیٰ کی زندگی کے لیے بہت کچھ کیا ہے لہذا "بیگمات
بنگال" کی تاریخ سب کے لیے دلچسپ و سبق آموز ہوگی۔ اور
تاریخ کے طلبہ کو اس مین بیگمات بنگال کے متعلق وہ تمام حالات
مجموعی شکل مین مل سکین گے جو درحقیقت جاننے کے قابل ہین۔

یہ اشاعت (ایڈیشن) اپنی خوبصورت چھپائی اور تاریخی
صحت پر ہوشیارانہ توجہ صرف کرنے کی بدولت مبارکباد کی
مستحق ہے۔

اس تمہید کے بعد کتاب کی نسبت کچھ کہنا بے سود ہے۔ البتہ یہ بتا
رہا، اس موضوع پر لکھنے کی غرض و غایت کیا تھی؟ اس پر خود مؤلف
صاحب اپنے دیباچہ مین یون روشنی ڈالتے ہین:

دیباچۂ مؤلف

ابھی تک بیگمات بنگال کی کوئی
تاریخ شائع نہین ہوئی ہے۔ ہم نے اس چھوٹی سی کتاب مین
بعض بیگمات کی زندگی کے مختلف حالات جمع کرنے کی کوشش
کی ہے۔ اگرچہ مرشد آباد کی بیگمون کے سوانح عمری اس چھوٹی
سی کتاب مین مفصل طور پر لکھے گئے ہین۔ لیکن ہم انھین بنگال
کی بیگمات بھی کہ سکتے ہین۔ کیونکہ مرشد آباد کی اٹھارھوین صدی
کی تاریخ حقیقت مین بنگال ہی کی تاریخ ہے۔

ہم پروفیسر جادو ناتھ سرکار، ایم۔ اے، پریم چند رایچند
اسکالر پٹنہ کالج کا شکریہ دل سے ادا کرتے ہین جنھون نے
باوجود اپنے مختلف فرائض کے مہربانی فرما کر مسودہ کو دو مرتبہ جانچ
فرمایا، اور مفید مشورے دیے ہین۔ اور بابو اکشوائے چندر مترا
بی۔ ایل۔ مشہور محقق آثار قدیمہ بھی شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے
اپنی تمہید سے اس مختصر کتاب کو زینت بخشی۔

(ایس۔ سی۔ برجن۔ بی۔ این۔ جرجی)

(کلکتہ)

(۲۵۔ جولائی [illegible])

اس دیباچہ کے بعد مین اتنا اور کہنا چاہتا ہون کہ انگریزی زبان کی طرح اردو
زبان کا دامن بھی ان سدابہار پھولون سے خالی تھا اور ظاہر ہے کہ ابھی خوب

اردو کی بساط ہی کیا ہے لیکن مؤلف صاحب نے کی عنایت سے مجھے اس کی
اردو کرنے کا موقع دیا۔ چنانچہ جیسا کچھ بھلا برا ترجمہ ہو سکا وہ نذر ناظرین ہے۔
اس ترجمے میں محض اس خیال سے کہ کتاب عورتوں کے پڑھنے کے قابل
ہو جائے دو ایک جگہ لفظی تصرف بھی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ جناب مؤلف
اس کو معاف فرمائیں گے اور میری بے حد مشکور ہوں گی۔

آخر میں مجھے اپنے محترم مولانا … کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے
کہ آپ نے ترجمہ کے مسودہ کو دیکھ کر مفید اصلاحات فرمائیں اور ایک دلچسپ
خاتمہ لکھ کر وہی قابل شکرگزاری فرض ادا کیا جو بابو اکشو کمار نے
تمہید لکھ کر کیا ہے۔ حقیقت میں کتاب کے لیے یہ خاتمہ بھی باعث زینت اور
ایک مفید اضافہ ہو۔

ناظرین کرام نے اگر میری اس چند روزہ محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا
اور بیگمات بنگال کو ذوق و شوق سے پڑھا تو آئندہ بھی مجھے اس قسم کے مفید
سلسلے کو جاری رکھنے کی جرأت ہوگی اور میں بہت کچھ … ہوں گی۔ کیونکہ یہ کام
میں نے کسی مالی منفعت کی غرض سے نہیں بلکہ صرف وطنی خدمت کے
خیال سے کیا ہے۔

(۱۵- اکتوبر …ء)

ذی النورین انوار زیدی

بیگمات بنگال

زینت النسا

دختر مرشد قلی خان

زینت النسا بیگم مرشد قلی خان نواب بنگال کی اکلوتی بیٹی تھی۔ جس زمانہ
میں مرشد قلی خان حیدرآباد کے "دیوان" تھے۔ اسی زمانہ میں زینت النسا
کی شادی شجاع خان سے ہوئی۔ شجاع خان برہان پور کا رہنے والا تھا۔
جو دکن کا ایک مشہور شہر ہے۔ اور اس کی اصل ایک ترکی قوم افشار سے تھی۔ مگر
زینت سے شادی کرنے کے بعد وہ مرشد قلی خان کے خاندان میں داخل
ہو گیا۔ اس رشتے سے اسے بہت فائدہ پہونچا۔ کیونکہ اس کے خسر مرشد قلی خان
نے دیوان بنگال مقرر ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی شجاع کو صوبہ دار
اوڑیسہ کی نیابت عطا کر دی لیکن ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھی

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ … میں لکھا ہے کہ شجاع کا اصلی نام مرزا دکنی تھا۔
وہ نور الدین کا لڑکا تھا جو سلطان ایران شاہ طہماسپ کے گورنر علی یار کی نسل سے تھا۔

مرشد قلی خان سے بگاڑ ہو گیا۔ کیونکہ صوبہ کی طرز حکومت کے متعلق شجاع اپنے
خسر کی رائے سے متفق نہ تھا، وہ انتظامی معاملات میں مرشد قلی خان کی
ہر وقت کی مداخلت کو نہیں پسند کرتا تھا۔ آخر اسی اختلاف ہی کی بنا پر اور
شجاع کو اپنے خسر سے الگ ہونا پڑا۔ اور بذات خاص معاملات حکومت
کی جانچ کرنے کے لیے اڑیسہ میں سکونت پذیر ہو گیا۔

شجاع ایک منصف مزاج اور ایماندار گورنر تھا، وہ اپنی رعایا سے
ہمیشہ مہربانی و محبت کا سلوک کرتا تھا۔ لیکن اس کے اخلاق و عادات میں
صرف یہ کمزوری ضرور تھی کہ کسی قدر عیش پسند اور رنگیلا تھا۔ تاہم اس کی بیوی
زینت النساء جو ایک نہایت نیک مزاج بی بی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کی
اصلاح میں اپنے مقدور بھر پوری کوشش صرف کی لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے باپ کی طرفدار اور شوہر سے بیزار ہو کر اپنے بیٹے
سرفراز کے ساتھ مرشد آباد چلی گئی۔

مرزا محمد نامی، شجاع کا ایک وفادار ملازم تھا اور وہ اس کا ایک عزیز تھا
اصل میں مرزا محمد بہت غریب آدمی تھا اور اڑیسہ میں آوارہ گردوں کی طرح
قسمت آزمائی کرنے کو آیا تھا۔ اس کے دو لڑکے تھے حاجی احمد اور علی وردی

علی وردی

علی وردی نے اپنی کبھی نہ ٹوٹنے والی ہمت اور غیر معمولی چالاکی کے سبب

بہت جلد نواب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی حالت درست
کر کے خود کو اس قابل بنا لیا کہ اپنے بھائی حاجی احمد کو دہلی سے اڑیسہ بلا لے۔
دونوں بھائیوں کو انتظامی اور جنگی معاملات کا بہت کچھ تجربہ تھا۔ لہذا
انہوں نے شجاع کو اڑیسہ کی مسند حکومت پر مضبوطی سے بٹھانے میں بڑی
کوشش کی۔ اور علی وردی شجاع کے دربار میں سب سے زیادہ معزز
عہدہ پر فائز ہو گیا۔

مرشد قلی نے جو اس وقت سخت بیمار تھا اور قریب الموت ہو چکا تھا
اپنے نواسے سرفراز کو بنگال کی صوبیداری پر نامزد کرنا چاہا۔ شجاع کو جب
اس کی خبر لگی تو اس نے حاجی احمد اور علی وردی سے مشورہ کر کے بادشاہ
سے بنگال و اڑیسہ کی صوبیداری کے لیے درخواست کی۔
تھوڑے عرصہ میں مرشد قلی نے وفات پائی۔ اور شاہ شجاع مرشد آباد
کی طرف روانہ ہوا۔

شجاع اسکو دہلی سے سند صوبیداری مل چکی تھی اب وہ فوجی امداد
کی بدولت شہر میں جو اس وقت بنگال کا دارالسلطنت
داخل ہو کر مسند نشین ہو گیا۔

زینت النساء اس زمانہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ مرشد آباد کے
بستی تھی۔

سرفراز کو جب شجاع خان کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے شجاع
روکنے کی تیاری شروع کر دی لیکن اسکی ماں زینت النساء نے جو اچھا
اور دوراندیشی میں ضرب المثل تھی، اور جسکی سرفراز بہت عزت و محبت کرتا
اسکو اپنے باپ کا مقابلہ کرنے سے روکا۔ عقلمند زینت النساء نے اُ
سمجھایا کہ تمہارا باپ بوڑھا ہو گیا ہے اور عرصہ تک تم کو حکومت سے
نہیں روک سکتا ہے اس لیے فی الحال تم کو چاہیے کہ وہاں کے عہدہ و
کرو اور اپنے باپ کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھانے کا خوفناک گناہ اپنے سر
یہ دلیلیں اسکی ناراضی پر اس درجہ غالب آئیں کہ وہ اپنے باپ سے
ملنے گیا۔ اور اُس کو اپنے ساتھ مرشد آباد لایا۔ شجاع خود زینت سے
آیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ زینت نے نہایت خوشی سے اس
معاف کر دیا۔ اور اس طرح اپنی دانائی سے ایک بگڑتے کام کو بنا لیا

سرفراز کے علاوہ شجاع کی دوسری بیوی سے اُس کا ایک لڑکا
جسکا نام تقی خان تھا، اب جو عظیم آباد پٹنہ کی حکومت بھی شجاع کے
میں آگئی تو اُسنے اپنے دونوں لڑکوں میں سے ایک کو وہاں کا گورنر
چاہا۔ لیکن یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ ان میں سے پٹنہ کا گورنر کس کو مقرر کرے
زینت النساء نے اپنے لڑکے کو پٹنہ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ابھی وہ
اس مسئلہ کو طے کر کے اپنی رائے بھی ظاہر نہ کرنے پایا تھا کہ زینت

سوتیلے بیٹے تقی خان[1] سے جلنے لگی اور اُس کے تقرر کی مخالفت کی۔ شجاع
اپنی بیوی کی خواہش کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ اور آخرکار اسنے علی وردی
کو پٹنہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ زینت النساء نے علی وردی کو بیش بہا خلعت دیکر
اس تقرر پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زینت
یہ چاہتی تھی کہ اپنے بیٹے سرفراز کو اصلی حقدار سمجھے اور خود کو بجائے صوبیدار
کے صوبیدار کا مشیر خیال کرے۔

جس وقت نادر شاہ دہلی میں قتل و غارت میں مصروف تھا شجاع بستر
موت پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔

اس کے انتقال کے بعد سرفراز تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۳۹-۱۷۴۱ء)
اس زمانہ میں علی وردی اور اسکا خاندان ریاست میں بہت کچھ اثر و اقتدار
پیدا کر چکا تھا۔ یہ اثر و اقتدار ایک جماعت کو اُس کی دشمنی پر آمادہ کرنے میں
کامیاب ہوا۔

جو لوگ سرفراز خان کے دربار میں گھسے ہوئے تھے۔ مرزا احمد علی وردی
اور حاجی احمد کے خلاف اس کے کان بھرتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
حاجی احمد دیوانی کے عہدے سے جلد ہٹا دیا گیا۔ اس ذلت کا بدلہ لینے

---

[1] مسٹر ولیم کی رائے ہے تقی خان زینت النساء کا لڑکا تھا کہ اسکی موت کا لیکن اب
معاصرین کی شہادت اس سے معتبر ہے۔

کے لیے اس نے اپنے بھائی علی وردی کو چند خط لکھا۔ اسپر علی وردی اپنی فوج لیکر مرشدآباد پر چڑھ آیا اور لڑائی شروع ہوگئی اس گھریا کی خونریز لڑائی مین سرفراز کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ (جنوری ۱۷۴۰ء) دوروز بعد علی وردی بڑی شان وشوکت سے مرشدآباد مین داخل ہوا۔ مسند پر بیٹھنے سے پہلے وہ بذات خود زینت النسا کے کمرے مین گیا۔ اور اس کے سامنے سر جھکا کے معافی کا خواستگار رہا۔ اور اس سے کہا کہ "جو کچھ قسمت مین لکھا تھا وہ ہوچکا۔ اس غلام کی وفاداری و اس تاریخ پر ہمیشہ ایک بدنما داغ رہیگی۔ لیکن غلام مجسم عرض کرتا ہے کہ آپکی عزت و خدمت کرنے مین تا عمر کبھی کوتاہی نہ کریگا۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال جناب کے دل سے دور ہوجائیگا۔"

زینت النسا کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کا اس قدر رنج تھا کہ اسنے جواب نہین دیا۔

علی وردی کی مسند نشینی کے بعد اس کے بڑے داماد نوازش محمد نے زینت النسا سے منظوری حاصل کرکے اسکو اپنے محل مین لاکے اپنی ماں بنالیا۔ اسکی تمام محلسرا کا انتظام زینت النسا ہی کے سپرد تھا۔ لیکن وہ کبھی نوازش کے سامنے نہین آئی۔ بلکہ جب کبھی اس کو خانگی مصارف کا حساب سمجھانا ہوتا تھا تو وہ پردہ سے سمجھا دیتی تھی۔

محلسرا کے متعلق زینت کے تمام احکامات کی نوازش کو بغیر اطلاع

دیے ہوئے تعمیل کی جاتی تھی۔

زینت النسا کے قبضہ مین اس کے باپ مرشد قلی کی اراضی معافی تھی اور وہ اسکی مالگذاری آزادی سے وصول کرتی تھی۔ نوازش اور اس کا خسر علی وردی دونون اس کی عزت کرتے تھے اور اس کے سامنے بغیر سر جھکائے کبھی نہین آتے تھے اور نہ بغیر اس کی اجازت کے اس کے سامنے بیٹھ سکتے تھے۔

نوازش اور اس کی بیوی گھسیٹی زینت کا غم غلط کرنیکی کوشش مین رہتے تھے۔ زینت النسا نے اس کے لڑکے "آغا بابا" کو متبنی کرلیا جو عالم ضعیفی مین زینت کے لیے باعث تسکین تھا۔

اس نے سید احمد خان کی لڑکیون مین سے ایک لڑکی کے ساتھ آغا کی شادی کرنا چاہی اور گھسیٹی کے ذریعہ سے آغا بابا کے پاس پیغام بھیجا شہزادے نے منظور کرلیا اور مرشدآباد مین بڑی دھوم دھام سے برات نکلی۔ تاریخ سے کچھ پتہ نہین چلتا کہ وہ کبتک زندہ رہی۔ لیکن ایک مسجد کے کھنڈر اب تک باقی ہین۔ یہ مسجد اس نے عظیم نگر مین محل سے ایک میل پر بنوائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کے قرب وجوار مین وہ دفن بھی ہوئی۔

۱؎ سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۴۰۳ جلد ثانی صفحہ ۱۰۰ مین زینت النسا کا نام نفیسہ لکھا ہو لیکن ریاض السلاطین اور ارکاٹ کی فرشتہ مین لکھا ہے کہ سرفراز کی ماں کا نام نفیسہ تھا زمانی ہو۔ لیکن متاخرین زیادہ معتبر ہو اس لیے ہم اس کو زیادہ ترجیح دیتے ہین۔

بیگم علی وردی سراج الدولہ کی دادی

نواب علی وردی کے سب سے بڑے بھائی حاجی احمد کے تین لڑکے
نوازش، سید احمد، زین الدین احمد، انکی شادیاں علی وردی کی لڑکیوں گھسیٹی
اور آمنہ سے ہوئی تھیں۔ نوازش کی کوئی اولاد نہ تھی۔ سید کا صرف ایک
شوکت جنگ تھا۔ زین الدین کے تین لڑکے، سراج، فضل قلی اور مرزا مہدی
علی وردی کے عہد حکومت کے بہت واقعات کا تعلق انکی بیگم سے
وہ سایہ کی طرح اس کے پیچھے لگی رہتی تھی۔

ذیل کے واقعات سے اس بیان کی تصدیق ہو گی

میر حبیب نامی ایک شخص نے جو بہت بڑا دغا باز تھا، [illegible]
سے جو مرہٹوں کا بڑا سردار تھا کہ بنگال میں بے شمار دولت ہے۔ اس
دل میں اس قدر لالچ پیدا ہوا کہ اس نے بھاسکر پنڈت کی سرداری میں ایک
بڑی فوج بنگال پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی۔ دغا باز میر حبیب رہنمائی کا کام
کرتا تھا۔ علی وردی کا مقابلہ مرہٹوں سے بردوان کے قریب ہوا۔ اس کی بیگم
میدان جنگ میں اس کے ساتھ تھی۔

مرہٹوں نے تاخت و تاراج شروع کر دی [illegible]
ہاتھی کو جس پر بیگم سوار تھی حملہ کیا اور گھیر کے اپنی کیمپ کی طرف لے

[illegible] حبیب خان نے تاکے بیگم اور ہاتھی کو چھڑا لیا۔ اس لڑائی میں بھی بیگم
[illegible] کے ساتھ تھی۔ وہ ایک زبردست تجربہ کار کی طرح نہایت استقلال سے
[illegible] جنگ اور اس کے خونریز مناظر دیکھ سکتی تھی۔ وہ دشمنوں میں گھرے
[illegible] کے وقت اور ان کے ہاتھوں میں قید ہو جانے کے وقت بھی ہمت
[illegible] ہاری تھی۔ اس نے مہلک مصائب میں بھی کبھی اپنے شوہر کا ساتھ
[illegible] چھوڑا۔ وہ اپنے عزیزوں کے لیے ایک قیمتی جوہر تھی۔ وہ جلسوں میں
خوشی کیا کرتی تھی۔ لیکن خانگی زندگی میں بہت حیا پرور تھی۔ وہ بیداری
ہوشیار رائے تھی۔ وہ مصیبت میں ایک درست رائے مشیر تھی۔

علی وردی اسکی فرمائشوں اور خواہشوں کا بہت خیال کرتا تھا۔ وہ ان
[illegible] نیک کاموں کی محرک تھی جو اس کے شوہر نے انجام دیے ہیں۔
[illegible] بھی موقع ہوتا تھا وہ رحم کے اظہار سے باز نہیں رہتی تھی۔ وہ اپنے
[illegible] کی رعایا پر ہمیشہ لطف و کرم کرتی رہتی تھی۔ مسٹر ہال ویل اس بیگم کی
تعریف کرتے ہیں اور اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ،

وہ ایک ایسی عورت تھی جس کی دانشمندی عالی خیالی
سخاوت اور دوسرے اچھے اخلاق اس کے عزیزوں اور
ہم مرتبہ لوگوں کے لیے باعث عزت ہیں۔ خاص کر صلاح
و مشورے پر اس کا بہت اثر پڑتا تھا۔ وہ ہر ضروری تحریک

میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ لیکن فریب آمیز اور خونخوارانہ
کارروائیوں میں مشورہ نہیں لیا جاتا تھا۔ کیونکہ معلوم تھا کہ وہ
انکی مخالفت کریگی۔ وہ ایسی کارروائیوں پر ہمیشہ ملامت
کیا کرتی تھی۔ خواہ ان کے کرنے میں کامیابی ہو یا ناکامیابی
اُسنے فیصلہ صادر کر دیا تھا کہ ایسی کارروائیاں خاندان کو برباد
کر دینگی۔

بھسکر پنڈت کے قتل کے بعد راگھو جی نے پھر ایک زبردست
حملہ کیا۔ نواب بہت خوف زدہ اور پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے بیگم
مشورہ کیا صلح کی گفتگو کرنے کی رائے قرار پائی۔ راگھو جی بھی مطلق
نہیں تھا اور صلح کرنے کے لیے آمادہ تھا۔ لیکن میر حبیب نے جو
کا سنگدل دشمن تھا۔ راگھو جی کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا
کچھ روز تک جنگ جاری رکھی گئی تو علی وردی کو مجبوراً صلح کی
کرنا پڑیگی اس وجہ سے کہ اس کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اور اس
سپاہی وقت پر تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے بددل ہو رہے ہیں۔
راگھو کو اس طرح میر حبیب نے نواب کی تجویز نامنظور کرنے پر آمادہ
بیگم کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے سپاہیوں کو مرہٹہ کیمپ پر ایک
حملہ کر دینے کا حکم دیدیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر افغان سر

... نے مرہٹوں کے ساتھ سازش کر کے بہت پریشان کیا۔ بہرحال بیگم کو تمام
... سازشوں کا حال معلوم ہو گیا اور وہ لوگ بے عزتی سے نکال دیئے گئے۔
... انھوں نے زین الدین کو مار کر اور اُس کی بیوی آمنہ بیگم کو گرفتار کر کے
... دیا۔ علی وردی اس غیر متوقع خطرہ سے بہت گھبرا گیا تھا۔ لیکن بیگم
... نے اس کو ہمت دلا کے افغان سرداروں کے مقابلہ پر تیار کیا۔
ایک لڑائی ہوئی۔ آمنہ کو رہائی ملی اور افغان زیر کیے گئے۔ بیگم
... ایک نہایت نیک خیال اور حیا پرور خاتون تھی اور اکثر وبیشتر اپنی لڑکیوں
... وہ حیا پروری حفظ عصمت اور پاس آبرو کی ہدایت و نصیحت کرتی رہتی تھی اور
... نامی و رسوائی کی باتوں سے بچنے کی ہمیشہ تعلیم دیتی اور تاکید رکھتی تھی۔
اس کے تھوڑے عرصہ بعد نوازش کا انتقال ہو گیا اور ۱۷۵۵ء
... اس مال و دولت نے جو گھسیٹی کے حصہ میں آیا۔ سراج کو اس کی طرف
... متوجہ کیا۔ مگر گھسیٹی نے مع اپنے مال و دولت کے موتی جھیل میں پناہ لی
جب تک علی وردی زندہ رہا سراج گھسیٹی سے دشمنی کا اظہار نہ کر سکا
۱۷۵۶ء میں علی وردی خان کا انتقال ہو گیا اور سراج نے مسند نشین
ہوتے ہی گھسیٹی کی دولت پر قبضہ کرنے کی غرض سے موتی جھیل کو گھیر لیا
علی وردی کی بیگم خود قلعہ میں گئی۔ سراج اور گھسیٹی سے صلح کرا دی
... گھسیٹی کو حکومت بنگال کے متعلق اُن تمام دعووں سے دست بردار ہو کر

جو اسے اپنے حبشی لڑکے کے متعلق تھے اور سراج کو نواب تسلیم کرنا چاہئے
اُدھر سراج کو اپنی چچی کے مال و متاع سے ہاتھ اٹھانا پڑا۔ لیکن دو
روز اسے زبردستی موتی جھیل کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا۔

ان وجوہ سے گھسیٹی نے مجبور ہو کر انگریزوں سے پناہ چاہی
اور انگریزوں سے جنگ ہوئی۔ سراج نے قلعہ پر حملہ کیا اور ہالویل کو
کرکے مرشد آباد دے گیا (۸ جولائی ۱۷۵۶ء)

ایک روز ہالویل نے مرشد آباد میں اس سخت قید کے اندر بیگم
کی نوکرانی اور شیخ کی کچھ گفتگو سنی۔ اسے معلوم ہوا کہ علی وردی کی
بیگم نے سراج سے ہالویل کی رہائی کے لیے درخواست کی اور وہ سر
وہ اپنے کو آزاد دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ مسٹر ہالویل نے اس فیاض
خاتون کا شکریہ ادا کرنا فراموش نہیں کیا۔

سراج کے قتل کے بعد میرن نے علی وردی کی بیگم گھسیٹی
آمنہ، لطف النساء اور اس کی چھوٹی بچی کو قید کرکے ڈھاکہ بھیج دیا اور
کے گورنر کے نام ان کو پوشیدہ طور پر قتل کر دینے کا حکم لکھ بھیجا
لیکن گورنر نے اس وحشیانہ اور ظالمانہ حکم کی تعمیل نہیں کی۔

آخر میرن نے اپنے ایک دوست کو اپنے حکم کی تعمیل کرنے کے
روانہ کیا۔ ہم بعد میں بتائیں گے کہ گھسیٹی اور آمنہ پر آخر کار کیا گزری۔

سے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ گھسیٹی اور آمنہ کا جو کچھ حشر ہوا، اس سے علی وردی
کی بیگم، لطف النساء اور اس کی بچی کیونکر بچیں اور مرشد آباد کس طرح واپس آئیں۔

افسوس اس بیگم کو زندگی کے آخری زمانہ میں اتنی ہی مصیبتوں کا سامنا
کرنا پڑا جتنی خوشیاں اُس نے اپنے آغاز عمر میں دیکھی تھیں۔

اس عظیم الشان عورت کے مقبرہ پر جانے والے اس کی قبر پر آنسو بہائے
بغیر نہیں رہ سکتے۔



گھسیٹی بیگم

سراج الدولہ کی پھوپھی

گھسیٹی بیگم علی وردی خان کی سب سے بڑی لڑکی اور سراج الدولہ کی قریبی رشتہ دار تھی اس کی زندگی سے بعض وہ ناگوار واقعات بہت زیادہ متعلق ہو گئے ہیں جو نواب سراج الدولہ اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں پیش آئے جو جنگ کی بدولت پلاسی کی جنگ ہوئی اس جنگ میں نواب نے شکست کھائی، اور برطانیہ سلطنت کی بنیاد پڑی۔

جہاں تک تاریخ بنگال کا تعلق ہے، گھسیٹی بیگم کی زندگی معمولی اہمیت نہیں رکھتی۔

اس[1] کی شادی نواب علی وردی خان کے بھتیجے نوازش محمد سے ہوئی اور نواب علی وردی نے نوازش کو ڈھاکے کا گورنر مقرر کر دیا تھا وہ جوا

[1] متاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ گھسیٹی بیگم کا اصل نام مہر النسا تھا اور کئی نام اور بھی تھے مگر عام طور پر اسے گھسیٹی بیگم ہی کہتے تھے، بعض وقت گھسیٹی بی بی یا چھوٹی بیگم اور کبھی موتی جھیل کی بیگم بھی کہتے تھے۔ یہ نام محض موتی جھیل والے قصر میں رہنے کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

میں ایک ممنون مزاج آدمی تھا لیکن اپنی فیاضی اور انسانی ہمدردی کی وجہ سے اس نے تمام رعایا کو اپنا دلی دوست اور گرویدہ بنا لیا تھا۔ بے انتہا دولت مند ہونے کی وجہ سے کبھی اس نے تخت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی اور سراج الدولہ کے بھائی فضل قلی کو اپنا بیٹا بنا لیا، وہی اس کی زندگی کا سہارا تھا۔

۱۷۴۸ء میں سراج الدولہ کا باپ زین الدین افغانوں کے ہاتھوں مارا گیا اس زمانہ میں علی وردی خان کے بڑے بھائی حاجی احمد نے بھی وفات پائی۔

۱۷۵۲ء میں علی وردی خان نے اپنے نواسے سراج کو اپنے بھتیجوں پر ترجیح دے کر اسی کو ولی عہد مقرر کیا۔ اور فضل قلی کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔

۱۷۵۴ء میں زین الدین نے بھی آخرت کی راہ لی جس نے فضل قلی کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔

گھسیٹی میں نسوانی محاسن کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں تھیں۔ تاہم وہ بعض ایسی کمزوریوں سے بھی خالی و پاک نہ تھی جو عام طور پر عورتوں میں ہوتی ہیں۔

حسین قلی خان، جو گھسیٹی کے شوہر کا ایک دوست تھا، اسے چاہتی تھی اور اس کے عروج کی خواہاں تھی اس بات نے نواب کو بیگم سے ناراض و بدگمان کر دیا، اور باہمی فتنہ و فساد و جنگ کی نوبت پہنچی، اگرچہ حسین قلی

کی طرفدار رہی۔ اس کے اثر سے حسین قلی ریاست کا ایک زبردست
رکن ہو گیا۔ لیکن حقیقت میں وہ اس کا اہل نہ تھا۔ اس نے بہت جلد گھسیٹی
سے بگاڑ لی اور اس سے بیوفائی برتی اور آہستہ آہستہ اس سے بد ظن ہو گئی
اس صورت سے اس نے گھسیٹی کو اپنا دشمن بنا لیا۔

ادھر گھسیٹی کا بھتیجا سراج الدولہ بھی حسین قلی کے اطوار سے خوش نہ
اور اس کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ لہٰذا اس نے علی وردی
سے حسین قلی کے مار ڈالنے کی اجازت چاہی۔ لیکن نوازش کی اجازت نہ
سے کچھ نہ کر سکا۔ گھسیٹی کو اپنے بے وفا محسن کش حسین قلی کو سزا دینے
اچھا موقع ملا۔ اس نے اپنی والدہ سے مل کر اس کے ذریعے حسین قلی کے قتل
کی منظوری حاصل کرنے کے لیے نوازش کو مجبور کیا۔ اور یوں اس کا خاتمہ
ہو گیا۔

حسین قلی کی اس مصیبت ناک موت نے سراج کے چچا سعید احمد کو
خوف زدہ کیا۔ اس نے پورنیاہ میں جا کر پناہ لی۔ لیکن وہاں پہنچنے کے تھوڑے
دن بعد ہی وہ بھی مر گیا۔

اب سراج کو اپنے راستے سے صرف دو کانٹے دور کرنے تھے۔ ایک تو گھسیٹی
جس نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد فضل قلی کے چھوٹے لڑکے کو اپنا بیٹا
لیا تھا۔ اور وہی گھسیٹی کی تمام محبت کا مرکز ہو رہا تھا۔ اس کو گھسیٹی بیگم اپنے

شوہر کا تنہا وارث خیال کرتی تھی۔ اور اس کے لیے حکومت بنگال حاصل
کرنے کی بہت کچھ کوشاں تھی۔ تخت کا دوسرا دعویدار سعید احمد کا بیٹا شوکت جنگ
پورنیاہ کا صوبہ دار تھا۔

علی وردی خان کی موت سے پہلے کچھ عرصہ تک عملی طور پر تمام معاملات
سراج کے ہاتھ میں رہتے تھے۔ اس وجہ سے نوازش اس کا سب سے بڑا دشمن ہو گیا
تھا۔ اور ابھی پرانی دشمنی نکالنے کے لیے اس کی بیوی سے لڑائی مول لینے
کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ اس کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ جو کچھ مال و دولت وہ
رکھتی ہے اس پر قبضہ کر لے۔ اس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ میر نذر علی نامی
ایک افسر سے بیگم کو بہت محبت ہے۔ اور وہ اسے چاہتی ہے۔

سراج نے اس خبر سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور فوراً بیگم کو ایک خط
لکھا جس میں نذر علی کے ساتھ بے جا اتہام لگا کر لکھا گیا تھا کہ یہ افواہ نواب
کے خاندان کے لیے شرم ناک ہے۔ اور مناسب تجویز یہ ہے کہ اس بدنامی کو دور
کرنے کے لیے چاہیے کہ اس بدمعاش کا سر کاٹ کر بھیج دیا جائے۔

گھسیٹی کو خط ملا۔ لیکن اس نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس سے فتنہ و فساد کی
جو آگ آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی وہ بھڑک اٹھی۔ بوڑھا نواب علی وردی اب
تک زندہ تھا۔ اس نے اس آگ کو دبانے کی بہت کوششیں کیں لیکن
وہ کامیاب نہ ہوا۔

گھسیٹی بہت خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے تمام وفادار ملازموں نذیر علی اور راج بلو وغیرہ کے ساتھ موتی جھیل میں پناہ لی۔

اس کے علاوہ اپنی حفاظت کی غرض سے بیس ہزار آدمیوں کی ایک فوج سے قلعہ بندی کی، اور ہتھیاروں، اور گولی بارود کا ایک کافی ذخیرہ وہاں پہونچایا۔ ان تیاریوں میں اس کو "ڈھاکے" کے راجہ "راج بلو" سے بہت مدد ملی جو گھسیٹی بیگم کے مرحوم شوہر کا مشیر دیوان تھا۔

نوازش کے انتقال کے بعد سراج نے راج بلو کو قید کر کے اس پر بیجا ظلم وستم کیے کہ بیگم کے بے شمار پوشیدہ خزانوں کا پتہ بتائے۔ آخر وہ تاب سے مجبور ہو گیا۔ پھر بھی راج بلو نے جادۂ راستی سے کبھی باہر قدم نہ نکالا۔ کچھ عرصہ تک اس کی سخت نگرانی رکھی گئی لیکن گھسیٹی کی التجاؤں پر وہ رہا کر دیا گیا۔ راج بلو اس احسان کو نہیں بھولا۔ اس کو سراج سے کوئی توقع نہ تھی کہ جب وہ مسند نشین ہوگا تو راج بلو کی خطاؤں سے درگزر کرے گا۔ اسی بنا پر وہ گھسیٹی کے ساتھ سراج کے خلاف سازش کرنے پر دل وجان سے مشغول ہو گیا۔ کیونکہ راج بلو اپنے مال ودولت اور اہل وعیال کی حفاظت کے لیے یہ بات ضروری خیال کرتا تھا چنانچہ اس نے مسٹر واٹ کو جو قاسم بازار فیکٹری کا افسر تھا لکھا کہ اس کے خاندان کے لوگ پوری کو جاتے ہوئے کلکتہ میں ٹھہریں گے اور وہاں کچھ روز قیام پذیر رہیں گے۔

راج بلو ڈھاکے کا باشندہ اور بہت با اثر آدمی تھا۔ انگریز ڈھاکہ کو تجارتی صدر مقام بنائے ہوئے تھے۔ اس لیے قدرتاً انہی تجارتی اغراض سے اس کو زیر بار احسان بنانے کے خواہش مند تھے۔ اس کے علاوہ سراج انکا دشمن تھا، اور گھسیٹی اس کے تخت نشین ہونے کے خلاف سازش کر رہی تھی اس کا خیال تھا کہ اگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئی تو انگریزوں کو اس سے بہت فائدہ پہونچے گا۔ اور چونکہ راج بلو گھسیٹی کا دیوان تھا، اس وجہ سے انگریز اس کی تجویز پر فوراً رضامند ہو گئے، اور جب اُس کے اہل وعیال کلکتہ پہونچے تو انگریزوں نے ایک محفوظ مقام میں ان کو رکھا

سراج کا دوسرا دشمن شوکت جنگ تھا۔ جس دن سے علی وردی خان نے سراج کی ولی عہدی کا اعلان کیا تھا۔ شوکت جنگ رشک وحسد سے جل رہا تھا۔ وہ سراج کے خلاف گھسیٹی سے مل گیا۔

۱۷۵۶ء میں علی وردی خان کا انتقال ہوا۔ سراج نے فوراً اپنی جانشینی کا اعلان کر دیا، اور دوسرے دن موتی جھیل کا اس طرح محاصرہ کر لیا کہ باہر سے قلعہ میں کوئی نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ اگرچہ قلعہ مستحکم اور بہت پائیدار بنا تھا اور ایسے موقع پر جھیل کے وسط میں واقع تھا، اور خشکی کی طرف صرف ایک تنگ راستہ تھا تاہم بیگم تین روز سے زیادہ مقابلہ نہ کر سکی۔ اس کو نواب پورنیا سے مدد ملنے کی اُمید تھی۔ لیکن اُسے مدد نہ پہونچ سکی اس لیے

بیگم بہت پریشان ہوئی۔ شوکت جنگ کو بھی حالات کی اطلاع نہ کر سکی۔ ا
ور شہر میں رسد کی کمی کی وجہ سے محصور سپاہی بھی بے دل ہو گئے تھے
آخر مجبور ہو کر انھوں نے تیسری شب کو قلعہ خالی کر دیا۔ اور بھاگ کھڑے
ہوئے۔ اس وقت علی وردی کی بیگم قلعہ میں داخل ہوئی اور اپنی
لڑکی کو تسلی و تشفی دیکر یقین دلایا کہ سراج کے ہاتھوں سے انہیں کوئی ضرر
نہ پہنچے گی اور نہ تمہاری دولت چھینی جائے گی، بشرطیکہ چند شرائط منظور کی جائیں
گھسیٹی نے سراج کے شرائط منظور کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور اپنے افسر
میر نذر علی کے بنگال سے بہ حفاظت چلے جانے کے لیے پروانہ راہداری
لیا تو اب اسپر رضامند ہو گیا۔ اور میر نذر کے بنگال سے حفاظت کے ساتھ
چلے جانے کے احکام جاری کر دیئے آخر میر نذر نے بنگال چھوڑ دیا۔ اور وہ
نکل گیا۔ اس نے دہلی پہونچکر گھسیٹی کی امداد کے لیے فوج جمع کرنے کی
کوشش شروع کی ہے۔ اس خبر پر گھسیٹی بیگم اپنی موجودہ فوج کو بھی علیحدہ
کرنے اور خود شہر میں واپس آنے کے لیے مجبور کی گئی۔ لیکن شہر میں پہونچتے
وہ گرفتار کر لی گئی اس کا محل اور تمام مال و دولت ضبطی میں آگیا،
خزانہ ریاست میں داخل کر لیا گیا۔ نیز علاقہ بھی ضبط ہو گیا۔ تاہم سراج نے
ان تمام سپاہیوں اور فوجی افسروں کو معافی دیدی جو اپنی آقا گھسیٹی
کی طرف سے لڑ رہے تھے۔

گھسیٹی بیگم رہا ہونے پر جو میر جعفر، جگت سیٹھ اور راج بلبھ سے مل گئی
جو سراج کے خلاف سازش کر رہے تھے۔ بیگم نے اور بہت سے دوسرے لوگوں
کو ان کے ساتھ میں شامل کر کے انہیں بہت مدد پہونچائی۔ وہ ان کارروائیوں
کے لیے مخفی طور پر نامہ و پیام کرتی رہتی تھی۔ اور اپنے مددگاروں کو جتاتی رہتی
تھی کہ اسپر کس قدر ظلم ہوئے ہیں۔ اور کتنی حق تلفی و بے عزتی کی گئی ہے،
اور اس کا مال و دولت زبردستی چھین لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ احسانات اس
(گھسیٹی) کے خاندان نے ان لوگوں پر کیے تھے، وہ سب یاد دلاتی تھی، اسپر
جو کچھ مصیبتیں پڑی تھیں ان کا اظہار کرتی تھی، غرض ہر پہلو سے انہیں سراج
کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی کوششیں کر کے ابھارتی تھی، اب گھسیٹی
نے وہ سونا بھی نکالا جو اپنے مخفی خزانہ میں چھپا رکھا تھا، اور اس میں سے ایک
حصہ میر جعفر کو دیا۔

اس زمانے میں انگریز کلکتہ کے چاروں طرف خندق کھود رہے
تھے، اور اس کی قلعہ بندی میں مصروف تھے، انھوں نے راج بلبھ کے
بیٹے کشن داس کو بھی پناہ دی تھی جو بہت سا مال و متاع لیکر کلکتہ
آیا تھا، اس مال میں کچھ تو اس کے باپ کا اور کچھ روپیہ گھسیٹی بیگم کا تھا، یہ دو
سب سے بڑے سبب ہیں جن کی بدولت سراج اور انگریزوں میں
لڑائی ہوئی۔

گھسیٹی کی موت بھی نہایت دردناک طریقے سے ہوئی۔ پلاسی کی جنگ کے بعد وہ اور آمنہ دونوں بہنیں قید کر کے ڈھاکے بھیجدی گئیں۔ میرن نے جسارت خان کے نام علی وردی خان کے خاندان کو تہ تیغ کرنے کے احکام دیکر تین سواروں اور ایک جمعدار کو روانہ کیا۔ اور جمعدار کو الگ احکام دیے کہ اگر جسارت خان ان احکام کی تعمیل نہ کرے تو خود جمعدار کرے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ جسارت خان نے اس دردناک سازش میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور ان کی تعمیل جمعدار پر چھوڑ دی۔

ظالم جمعدار ان دونوں بہادر بیگموں کو رات کے وقت کشتی میں بٹھا کر شہر سے دو میل کے فاصلے پر لے گیا اور ان کے پاؤں میں بھاری بوجھ باندھ کر کشتی پر سے دریا میں گرا دیا۔ اس وقت کا منظر نہایت پر آشوب تھا۔ دونوں بہنیں کشتی کے پہلو کو پکڑ کر کچھ دیر تک تو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتی رہیں۔ لیکن بے رحم جلادوں نے ان کے سروں پر لاٹھیاں مار مار کر گرانے کی کوشش کی اور ہاتھ بھی کاٹ ڈالے۔ آخر وہ اپنی جان نہ بچا سکیں اور ڈوب کر جان دیدیں۔

سلہ ۱۷۷۰ء میں مسٹر الورلی جو اصلاح بنگال کے متعلق انہوں نے نہایت … کمپنی کے ڈائرکٹروں کے سامنے ۱۷۷۳ء میں پیش کیا (صفحہ ۵۰)

آمنہ بیگم

سراج الدولہ کی ماں

آمنہ، علی وردی خان کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ اس کی شادی اس کے چچیرے بھائی زین الدین احمد سے ہوئی تھی۔

علی وردی کو بنگال کی حکومت ملنے کے تھوڑی مدت بعد ہی آمنہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کی ولادت علی وردی خان کیلئے بہت مبارک ثابت ہوئی۔ اس کی قسمت چمک اٹھی۔

خان موصوف نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور اپنے باپ کے نام پر اس کا نام مرزا محمد رکھا۔ جو بعد کو بنگال کی تاریخ میں سراج کے نام سے مشہور ہوا۔ آمنہ ایک فیاض و رحم دل عورت تھی۔ اس نے اپنے لڑکے کو ہمیشہ نیکی کی تعلیم دی۔ اس کی رحم دل طبیعت نے بیگم (لیڈی) واٹس کو رہا کرنے پر اپنے بیٹے کو آمادہ کر دیا حالانکہ یہ رہائی مرزا محمد (سراج) کے مفاد کو مضر تھی اور اس نے مسٹر واٹس کے چھوڑانے میں بھی اپنی ماں کو بہت کچھ مالی امداد دی تھی۔

جب سراج، انگریزوں سے جنگ آزمائی کی تیاریاں کر رہا تھا تو آمنہ نے اسے بہت منع کیا۔ لیکن سراج نے اپنی ماں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ جسقدر

انگریزوں پر حملہ کرنے کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

آمنہ نے اپنے لڑکے کو انگریزوں سے لڑنے کے لیے محض اس وجہ سے منع نہیں کیا تھا کہ اس کو نتیجہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ بلکہ یہ سبب بھی تھا کہ اس لڑائی سے اس کے ذاتی فوائد کو بھی نقصان پہونچتا تھا

کہا جاتا ہے کہ بیگم تجارتی کاروبار میں حصہ لیا کرتی تھی۔ اس لیے وہ انگریزوں سے بگاڑ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

امیر چند نامی سردار سراج کا خاص طور پر مورد عنایات تھا۔ ایک بار اس کی افیون اور شورہ کا ایک بڑا حصہ آمنہ بیگم کی کشتی پر بیگم کے ذخیرہ افیون کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ میں [illegible] جاتے ہوئے امیر چند نے سراج الدولہ کی اجازت سے اپنا سامان اپنی ذاتی کشتی میں اس غرض سے رکھوا لیا کہ وہ بیگم کے مال سے پہلے منزل مقصود پر پہونچ جائے اور اچھے داموں فروخت ہو آمنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت خفا ہوئی اور اسے سخت غصہ آیا کیونکہ امیر چند کی اس حرکت سے اس کا مال بالکل نہ بک سکا۔ اس نے اپنے باپ کو اس طرف توجہ دلائی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا

زین الدین احمد نے مرشد آباد کے زمانہ قیام میں معلوم کیا کہ نوازش احمد

لہ ماخوذ از خط مسٹر ل کونٹ بنام ایم اکورٹن مورخہ ۲۹ جون ۱۷۵۵ء ہسٹاریکل انڈین ریکارڈس سیریز جلد اول صفحہ ۳۰

سید احمد بہت مالدار ہیں۔ اور اس خوف سے کہ آمنہ اپنی دولت کے زعم میں کچھ شورش پیدا کریں۔ شمشیر سردار اور دوسرے افغان امراء کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ اس نے نواب کو یہ بھی صلاح دی کہ ان پٹھانوں کی ایک تین ہزار کی فوج بھرتی کی جائے اور وہ بہار کی سرزمین میں رکھی جائے نواب کو اول تو بہت کچھ تردد اور تعجب ہوا۔ لیکن بعد میں اس تجویز کو منظور کرنا پڑا۔ اور زین الدین نے ایک دربار منعقد کیا۔ اس دربار میں نہایت خود افغان امراء کو پان تقسیم کر رہا تھا جو ان کے لیے خاص اعزاز تھا کہ اتنے میں انھیں میں سے ایک شخص نے اس کے پیٹ میں چھری بھونک دی۔ زین الدین اپنی تلوار میان سے نکالنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کا سر زمین پر آ رہا۔ افغانوں نے دربار اور محل کا محاصرہ کر کے حاجی احمد خواجگی کو بے رحمی سے مار ڈالا۔

اگرچہ زین الدین کے قتل کے بعد گھبراہٹ اور خوف کا ایک ہولناک سماں چھا گیا تھا۔ لیکن آمنہ نے اس پر آشوب وقت میں بھی اپنے ہوش و حواس درست رکھے۔ اور زنان خانہ کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ افغانوں کے راستہ میں اب کوئی رکاوٹ نہ تھی زین الدین کی تمام دولت ان کے ہاتھ آئی اور جو کچھ انھوں نے پایا اٹھا کر لے گئے وہ آمنہ اور دوسری بیگموں کو بھی زبردستی

لہ ماخوذ از خط ڈاکٹر فورتھ مقام [illegible] بنام مسٹر ڈریک مقام کلکتہ مورخہ [illegible] ایس آئی آر ایس۔ جلد ثانی صفحہ ۶۳ و ۶۴

کھلی ہوئی گاڑی میں بٹھاکر غنیم کے کیمپ میں لے گئے، اور اُن کے ساتھ بہت بے رحمانہ برتاؤ کیا۔ لیکن رحیم اور یہاں بیگ میں اصل [illegible] ان کو شکست دیکر آمنہ بیگم کو بچا لیا۔

تاریخ بنگال پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرن کس طرح سے کی موت کا باعث ہوا۔ چنانچہ اس کی لاش جو زخموں سے چور چور ہو رہی تھی ایک ہاتھی پر لاد کے مرشدآباد کی سڑکوں پر گھمائی گئی۔ آخر وہ خونی منظر آمنہ کے محل کے سامنے آیا۔ اس وقت جو دل دکھانے والا سماں پیش نظر تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

آمنہ بیگم جس کو پہلے سے اپنے بیٹے کے بے وقت موت کی خبر نہیں تھی، اب اچانک واقف ہوئی تو اس صدمہ سے بے اختیار ہو گئی اور محل سے نکلکر ہاتھی کی طرف دوڑی۔ اس نے نعش کو نیچے اوتار لیا۔ بار بار بوسے دیتی تھی، اور بے اختیار روتی تھی۔ وہ بیگم جس کے پاؤں کبھی سڑک کی خاک سے آشنا نہ تھے آج ننگے پاؤں ہاتھی کے پیچھے پیچھے بدحواس دوڑتی چلی جاتی تھی۔

خادم حسین خان اس سین کو اپنے مکان کے بالاخانہ سے دیکھ رہا تھا اُسے ان فوائد کا بھی کچھ پاس نہ کیا جو سراج کے والد سے حاصل ہوئے تھے۔ بلکہ ان سب کو فراموش کرکے اس نے اپنے چند ملازموں کو بھیجا کہ موقع پیچھ

آمنہ کو زبردستی واپس لے آئیں۔ یہ ظالم سپاہی بڑی بے رحمی سے آمنہ بیگم کو مارتے ہوئے مکان کی طرف واپس لائے۔ میر جعفر نے گھسیٹی اور آمنہ دونوں کو قید کرکے مرشدآباد سے ڈھاکے بھیجدیا۔ وہاں وہ سخت قید میں رکھی گئیں

اس کے بعد محض ایک بے بنیاد شبہ پر میرن نے ان کو اس فریب سے کہ مرشدآباد لے جاتے ہیں کشتی پر بٹھا کے بیچ دریا میں لے چلنے کا حکم دیا جب آمنہ اور گھسیٹی بیچ دریا میں پہنچیں تب ان کو بتایا گیا کہ وہ کسی غرض سے یہاں لائی گئی ہیں۔ گھسیٹی خوف زدہ ہو کر آنسو بہانے لگی لیکن آمنہ ایک قوی دل عورت تھی اُس نے اپنی بہن کی طرف مڑ کے اسے بہت کچھ تسلی و تشفی دی اور کہا کہ،

بہن ہم پر گنہگار ہیں ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس طرح ہم کو کفارہ ادا کرنے کا موقع ملا۔ اور ہمارا خون میرن کی گردن پر ہے۔ ہم کو اپنی اس بے کسی کی موت پر خوش ہونا چاہیے۔

پھر دونوں بیگموں نے نہانے اور کپڑے بدلنے کے بعد میرن کے لیے یہ کہکر بددعا کی،

اے قادر مطلق ہم دونوں گنہگار و مجرم ہیں۔ لیکن ہم نے میرن کا کوئی نقصان نہیں کیا ہے۔ لیکن وہ ہمیں پھر اس کے پاس ہے، وہ جس نے ہماری ہی بدولت پایا ہے۔ اور ہم سے جو کچھ احسانات اس کے

ساتھ کئے ہیں ان کا معاوضہ ہم کو اس بے انصاف ظالم قتل کے سوا اور کچھ نہیں ملا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تو خود ہمارے مرنے کے بعد اس ظالم پر اپنا غضب نازل فرمائے گا اور ہمارے خون کا پورا بدلہ لے گا۔[1]

ان کی آخری دعا قبول ہوئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسی واقعہ کے روز، رات کو میرن کے سر پر بجلی گری اور وہ مر کے اپنی سزا کو پہونچا۔

[1] ایضاً جلد ۔ صفحہ ۲۲۹

لطف النساء بیگم

نواب سراج الدولہ کی بیوی

ہندوستان کی تاریخ پڑھنے والوں کو بنگال کے آخری خود مختار بدنصیب نواب سراج الدولہ کی زندگی کے واقعات معلوم ہیں۔ لیکن اس کی محبوبہ بیوی لطف النساء کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

لطف النساء کی شادی سراج الدولہ سے کب اور کیونکر ہوئی؟ اس میں اہل تاریخ کا کچھ اختلاف ہے۔ مگر جو کچھ واقعات ثبوت کو پہونچے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سراج الدولہ کی پہلی شادی ایرج خان کی لڑکی سے ہوئی تھی لیکن اس بیوی کے حالات اس زمانہ کی کسی تاریخ میں نہیں ہیں۔ اور نہ ان کا نکاح کے کاغذات سے کچھ پتہ چلتا ہے۔

مسٹر ہوبرج کا بیان ہے کہ "لطف النساء اصل میں ہندو عورت تھی، اور وہ موہن لال کی بہن فیضی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی" لیکن مصطفیٰ اپنی کتاب سیر المتاخرین میں لکھتا ہے کہ "لطف النساء فیضی نہیں ہے فیضی سراج الدولہ کی کوئی اور عورت تھی"

بہت سے مورخوں نے لطف النساء کو صاف طور پر سراج کی بیوی بتلایا

لطف النساء کسی شریف خاندان سے نہ تھی۔ وہ نواب علی وردی خان کے حرم سرا میں لونڈی کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی۔ نواب کا پیارا نواسا اس کے عالم شباب، حسن روز افزوں اور حسن و نزاکت کے جوہر و صفات کی بدولت اس سے محبت کرنے لگا اور آخر کو سراج الدولہ کی بیوی ہو گئی۔

لطف النساء کوئی بدچلن آوارہ عورت نہ تھی۔ بلکہ ایک نہایت نیک نیت اور محبت کرنے والی اور نازک بدن عورت تھی۔ وہ سراج الدولہ کی برائیوں کے باوجود بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ اور ہمیشہ اس کی وفاداری میں رہتی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے عروج اور خوشی میں حصہ لینے والی اور مفلسی و مصیبت میں ساتھ دینے والی تھی۔ جو مختصر حالات آئندہ بیان کیے جائیں گے ان سے اس کی وفاداری اور نیک نیتی کی پوری تصدیق ہو گی۔

۱۷۵۶ء سراج کو اس کے کوتاہ نظر اور ناعاقبت اندیش ساتھیوں نے راجہ جانکی رام کے خلاف بھڑکایا۔ چنانچہ نواب نے راجہ کی طاقت برباد کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ کیونکہ وہ بہار کو خاص اپنی حکومت میں رکھنا چاہتا تھا اس وجہ سے کہ اصل میں اس کے نانا علی وردی خان نے بہار کا حاکم اُس کو مقرر کیا تھا۔

سراج الدولہ مع لطف النساء اور اپنی والدہ کو لیکر پٹنہ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں چند ساتھی اور بھی آ گئے۔ پٹنہ پہنچکر سراج الدولہ نے جانکی رام کے

پاس پیغام بھیجا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر جانکی رام نے صاف انکار کر دیا۔ سراج الدولہ نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس بے سوچے سمجھے کام کرنے کا کچھ اچھا نتیجہ نہ نکلا۔ بلکہ اُسے شکست اٹھانا پڑی۔ اور راجہ کی باقاعدہ فوج نے اُس کو پسپا کر دیا۔

شکست کے بعد سراج الدولہ اور لطف النساء نے شہر کے باہر ایک جھونپڑے میں پناہ لی۔ جانکی رام فوراً وہاں پہنچا۔ اور دونوں کو ساتھ لاکر عزت سے قلعہ میں رکھا اور بہت اخلاق و اکرام سے پیش آیا۔

علی وردی خان کو جلد اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ وہ نہایت غصہ اور بہت عجلت میں پٹنہ آیا۔ مگر یہاں پہنچکر بوڑھا نواب علی وردی خان نواب سراج الدولہ کی منت و سماجت سے کچھ اس درجہ مغلوب ہوا کہ اس نے نواب کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور اس کی نوجوانی و شباب کی غلطی معاف کر دی۔

۱۷۵۷ء میں جب سراج اور انگریزوں میں جھگڑا ہوا۔ اور سراج ناکام پلاسی کی شکست کے بعد اپنی بیوی بچوں سمیت نواب کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔

ان کی زندگی اور سلامتی محض سراج الدولہ کی والدہ آمنہ بیگم کے احسان و کرم پر منحصر تھی۔ اس نے ان قیدیوں کو ۳۰ روز تک اپنے گھر میں چھپائے رکھا۔ اور اسی اثنا میں اپنی بہو لطف النساء سے ان کو آزاد

کرا دینے کے لیے بہت زور کے ساتھ درخواست کی۔ لطف النساء کو ان پر بہت رحم آیا۔ اور اپنے شوہر کی خفگی و غصہ کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ نہایت آزادی و جرأت سے کام لیکر سراج الدولہ کی خدمت میں ان کی سفارش کی۔

پہلے تو سراج پر اس کی سفارش کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن بعد میں لطف النساء کی انتہائی اصرار پر انھوں نے اس کی التجاؤں کو منظور کر لیا۔ اور ان قیدیوں کو رہا کر دیا۔

پلاسی کی جنگ ختم ہونے کے بعد سراج الدولہ بالکل تباہ و برباد حالت میں تھا۔ اس کے بے وفا ساتھی بھی اسے چھوڑ چکے تھے۔ آخر وہ فوراً اپنے خسر [illegible] کے پاس گیا۔ مگر ایرج خان نے بھی بے کسی و مفلسی میں اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

سراج الدولہ نے ہر طرف سے مایوس ہو کر بھاگنے کا مستقل ارادہ کر لیا وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ لطف النساء اس کے پاؤں پر گر پڑی۔ اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ سراج نے اسے بہت سمجھایا بجھایا۔ اور کہا کہ یہ بھاگنا محض عارضی ہے۔ اور میرا ارادہ بہت جلد طاقت و فوج لے کر اپنی سلطنت واپس لینے کے لیے آنے کا ہے۔ لیکن لطف النساء کے آگے کچھ پیش نہ چلی۔ اور یہ شوہر پرست و نیک دل بی بی اپنے ارادے سے باز نہ آئی۔

لہ ایچ۔ بی۔ بیرا جیل ایول آف بنگال صفحہ

ہوا۔ سراج الدولہ، لطف النساء اور ننھی نازوں کی پالی چھوٹی لڑکی اور ایک وفادار بوڑھے نوکر کو ساتھ لیکر بھگوان گولہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب صبح ہوئی اور رفتہ رفتہ دھوپ کی شدت بڑھنے لگی تو لطف النساء نے اپنے شوہر کی خستگی رفع کرنے میں بہت کوششیں کیں۔ اور برابر اپنے رومال سے ہوا دیتی رہی۔

بھگوان گولہ پہونچکر نواب نے شمال کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ بدم اور ماندہ ملاحوں کو مجبور کرنے کے بعد جب اس کی کشتی بونال پہونچی۔ تو دریا کا دہانہ تنگ ہو جانے کی وجہ سے وہ موضع نجیر پور تک آگے نہ بڑھ سکا۔

تین دن رات کھانے کی تکلیف اٹھانے کے بعد آخر سراج نے ایک فقیر کے جھونپڑے میں پناہ لی۔ اس فقیر کا نام دانا شاہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس فقیر کو کسی موقع پر سراج کی ذات سے کوئی اذیت پہونچی تھی۔ اس بنا پر وہ اس سے دلی دشمنی اور نفرت رکھتا تھا۔ سراج سے بدلہ لینے کا یہ موقع خوب ہاتھ آیا۔

فقیر نے میر قاسم کو جو اس وقت راج محل کا فوجدار تھا خفیہ طور پر اطلاع دیدی۔ میر قاسم نے بہت جلد آکر سراج کو گرفتار کیا۔ اور قید کر کے مرشد آباد بھیجدیا۔

لہ راج محل سے چار میل کے فاصلہ دریا کے پاس پر ایک موضع ہے ۔

اپنے شوہر کے ساتھ وفادار بی بی لطف النساء بھی گرفتار ہوئی۔ اس کا تمام قیمتی سامان چھین کر نکال دیا گیا۔

سراج الدولہ کے ساتھ جو کچھ سلوک مرشدآباد میں کیا گیا وہ ناقابل بیان ہے۔ میرن کے اشارے پر محمدی بیگ نے اسے بالکل بے قصور قتل کر دیا۔

سراج الدولہ کی موت کے بعد لطف النساء کو شادی کے پیاموں سے بہت تکلیف پہنچائی۔ ایک موقع پر لطف النساء کی طرف سے اس پیام کا یہ جواب تھا: جو شخص ہاتھی پر سوار ہونے کا عادی ہو وہ گدھے پر بیٹھنا کیونکر پسند کر سکتا ہے۔[۵۰]

چند سال کے بعد انگریزوں کی مہربانی و خوش اخلاقی کی بدولت لطف النساء مرشدآباد واپس آئی۔ انگریزی حکومت نے اس کی بسر اوقات کے لیے ایک ہزار روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس کے علاوہ اس کے شوہر سراج الدولہ اور نواب علی وردی خان کی قبروں کی حفاظت و روشنی کے لیے تین سو پانچ روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ اسے ملتا تھا۔ لطف النساء نے اس روپیہ کو کبھی ناجائز طور پر خرچ نہیں کیا۔ وہ اس رقم سے کچھ روپیہ صرف اپنی ضروریات میں صرف کرتی تھی باقی سب خیرات کر دیتی تھی۔

یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ سراج کے بعد کتنے عرصہ تک لطف النساء

---

۵۰ مظفرنامہ، صفحہ ۱۱

زندہ رہی۔ اور کب اس نے وفات پائی۔

(۱) فورسٹر نے اپنے خط مورخہ ۱۳ اگست ۱۷۸۳ء میں لکھا ہے کہ اس وقت تک لطف النساء اپنے شوہر کے مقبرہ پر اکثر اس کی موت پر افسوس و رنج اور غم و ہم کا اظہار کرنے کے لیے آیا کرتی تھی۔[۵۱]

(۲) مصطفی مترجم سیر المتاخرین نے اس کو مرشدآباد میں سراج الدولہ کی موت کے تینتیس برس بعد دیکھا تھا۔[۵۲]

(۳) مسٹر ہیوچ نے بھی نظامت کے کاغذات میں ایک خاتون عمدۃ النساء کا ذکر کیا ہے وہ لطف النساء ہی سمجھتے ہیں۔[۵۳]

"اس عمدۃ النساء نے اگست ۱۷۹۰ء میں گورنمنٹ کو ایک یادداشت بھیجی تھی جس میں ترقی وظیفہ کی درخواست کی تھی۔" اگر مسٹر ہیوچ کا خیال صحیح ہے تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ لطف النساء سراج کی موت کے ۳۳ برس بعد تک

---

۵۱ فورسٹر، صفحہ ۲، جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ

۵۲ خاتون اپ مرشدآباد میں، متاخرین جلد ۲، صفحہ

۵۳ یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ عمدۃ النساء نام کی عورت جو نظامت کے کاغذات میں سراج الدولہ کی بیوی کہی گئی ہے وہ لطف النساء ہی ہے یا کوئی اور؟ اگر لطف النساء ہے تو [illegible] مطابق [illegible] زندہ تھی [illegible]

صفحہ ۲۰۰

زندہ رہی۔ یہ لطف النساء خسرو باغ میں آ کر اپنے شوہر کے مزار پر جھاڑو دیا کرتی تھی۔ یہ باغ دریائے بھاگیرتی کے مغربی کنارہ پر واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت اس کا دم آخر ہوا ہے اُس وقت وہ اپنے شوہر کی قبر کی پرستش زیارت و فاتحہ خوانی میں مشغول تھی۔ انتقال کے بعد اپنے شوہر کے قبر کے قریب ہی دفن کی گئی۔

افسوس ہے کہ بے رحم زمانہ کے ہاتھوں خسرو باغ کے سوا ہر چیز برباد ہو چکی ہے۔ خسرو باغ آج تک موجود ہے۔ اور لطف النساء کی اپنے شوہر کے ساتھ انتہائی وفاداری کا زبان حال سے اعلان کر رہا ہے۔

لطف النساء وہ عورت تھی جس نے زندگی بھر اپنے شوہر کا سوگ کیا۔ اور ایک سال تک اس کی قبر پر قرآن پڑھنے کیلئے حافظ کو نوکر رکھا۔

رابعہ بیگم

دختر حاجی احمد

رابعہ بیگم نواب علی وردی خان کی بھتیجی اور عطاء اللہ خان کی بیوی تھی جو شجاع کا رشتہ دار تھا۔ اور کسی زمانہ میں بنگال کا صوبہ دار رہ چکا تھا۔

اس کی تین لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی کی نسبت سراج الدولہ سے ہوئی تھی۔ مگر وہ شادی سے قبل ہی مر گئی۔ اور رابعہ کو اس کے مرنے کا بے انتہا صدمہ ہوا۔

بعد ازاں نواب علی وردی خان نے اپنے عزیز نواسہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی اور اپنے دوسرے نواسہ کی شادی رابعہ بیگم کی خاطر اور اس کا غم غلط کرنے کی غرض سے عطاء اللہ خان کی دوسری لڑکی سے کر دی

عطاء اللہ خان ایک بہادر اور سربرآوردہ سپاہی تھا۔ علی وردی خان نے مرہٹوں کی مہم پر اس کو میر جعفر کی کمک میں بھیجا تھا۔ چنانچہ جو جنگ ہوئی اس میں عطاء اللہ خان نے بہت نام پیدا کیا۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں جو فتح حاصل ہوئی تھی اس پر غرور کر کے اور نیز سازشیں کرنے کے خیال سے وہ علی وردی خان کو مارنے اور گرفتار کرنے کی

تجویزوں پر میر جعفر سے متفق ہو گیا اور نواب کی سلطنت دونوں نے آپس میں تقسیم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر سازش کھل گئی اور عطاء اللہ ملک سے نکال دیا گیا۔

وہ اپنا سب مال و متاع اور جانماز منقولہ وغیرہ لے کر گنگا پار اتر کر مالوہ میں رہنے لگا۔

رابعہ بیگم اپنے شوہر کی قسمت میں شریک حال رہی اور دانائی و شائستگی کے ساتھ مفلسی کا مقابلہ کرتی رہی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ لکھنؤ آگئی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں عطاء اللہ خان اپنے نول رائے کی ماتحتی میں ملازمت مل گئی تھی۔ اور جو قنوج کا نائب حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ نواب احمد خان بنگش کے مقابلہ میں اپنے مالک کی طرف سے کام آیا۔

اس وجہ سے رابعہ بیگم ایک اجنبی ملک میں تنہا رہ گئی۔ لیکن اس نے قیمتی تحفے تحائف کے ذریعے لکھنؤ کے زمینداروں اور رئیسوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اس طرح تھوڑے عرصہ کے بعد ہی سے اپنے تمام ساز و سامان مال دولت اور اہل خاندان کے اپنے واپس جانے کا موقع مل گیا۔ وہ پہلے پرچشتی وہاں سے مرشد آباد واگر اپنے چچا علی وردی خان کی حفاظت و حمایت میں رہنے لگی

سوراج جیمیل کے مشہور محاصرہ کے زمانہ میں رابعہ گھسیٹی بیگم کے ساتھ تھی

لیکن اپنے بیٹے اکرام الدولہ کی بیوہ بیوی کی بدولت اس مصیبت سے بچ گئی

جو گھسیٹی پر نازل ہوئی تھی۔

۱۷۵۸ء میں رابعہ بیگم کا انتقال ہو گیا۔ گو اس میں انسانی کمزوریاں اور اخلاقی عیوب بھی تھے۔ مگر ساتھ ہی بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ اس نے اپنے مرنے سے بہت پہلے اپنے تمام گزشتہ گناہوں سے توبہ کر لی تھی۔ اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں رحمت کی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم آخر ہوا۔

بستر مرگ پر جو کچھ الفاظ اس کی زبان سے نکلے تھے وہ ثبوت دیتے ہیں کہ رابعہ اپنے مذہب کی بڑی پکی معتقد ولی بڑی پکی تھی وہ اپنے دین کو برحق سمجھتی اور اس پر کامل یقین و ایمان رکھتی تھی۔ اس کی آخری دعا یہ تھی۔

خدایا مجھے کیا تو میرے گناہوں کی سزا دے گا؟ جبکہ میں ضرور قابل ہوں

مگر میں تیری گنہگار لونڈی ہوں تو کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا!

اگر تو مجھے معاف کر دے تو یہ تیرے کرم سے کچھ دور نہیں۔ اور تیرے

نزدیک کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے!!۔۔۔۔

منی بیگم

نواب میر جعفر کی بیوی

منی بیگم کسی شریف خاندان کی عورت نہ تھی۔ بلکہ وہ جوانی کے زمانہ میں ایک طوائف تھی اس کی ماں سکندرآباد کے ایک غریب باشندہ بالکنڈہ نامی کی غریب بیوہ تھی۔

چونکہ اپنی غریبی اور مصیبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اپنی لڑکی کی پرورش نہیں کر سکتی تھی اس سبب سے اپنی اکلوتی اور پیاری بیٹی کو اس بیوہ نے ایک شخص بسو نامی کے سپرد کر دیا۔

بسو منی اور اپنی لڑکی ببو کو دہلی لے گیا۔ اور وہاں دونوں لڑکیوں کو ناچ گانے کی تعلیم دلائی۔

اسی زمانہ میں سراج الدولہ کی دھوم دھام سے شادی ہونے والی تھی۔ بسو مع اپنے طائفہ کے جس میں منی اور ببو دونوں شامل تھیں رقص و سرود کے لیے مرشدآباد میں بلایا گیا۔

جلسے ختم ہونے کے بعد میر جعفر نے منی کے ناچ پر فریفتہ ہو کر طائفہ کو کچھ روز کے لیے مرشدآباد میں ٹھہرا لیا۔ اور روزانہ اس کے یہاں آنے جانے لگا۔

اور پھر اس کا ایسا متوالا ہوا کہ بسو کو مزید قیام کا حکم دے دیا۔ اور پانسو روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کا وعدہ کیا۔ منی راضی ہو گئی۔ اور مرشدآباد میں رہنے لگی آخرکار میر جعفر نے اس کے ساتھ شادی کر لی اس کے بعد ببو سے بھی نکاح کر لیا

منی بی اس وقت سے منی بیگم کہلانے لگی۔ اور میر جعفر کی بدولت ایک طوائف اپنا پیشہ چھوڑ کر گھر میں بیٹھ گئی۔ منی کے بطن سے میر جعفر کے دو لڑکے پیدا ہوئے (۱) نجم الدولہ (۲) سیف الدولہ

ببو بیگم کے بطن سے صرف ایک لڑکا مبارک الدولہ ہوا۔

منی بیگم ایک نہایت ہوشیار اور سمجھدار عورت تھی اس کی دماغی قابلیتوں اور دلی محبت نے میر جعفر کی حرم سرا میں سب سے ممتاز جگہ دلوادی اور وہی میر جعفر کی اس تمام مال و دولت کی مالک ہو گئی جو میر جعفر سراج الدولہ کے "ہیرا جھیل" والے محل سے لایا تھا۔

میر جعفر کی وفات کے بعد منی کا لڑکا نجم الدولہ مسند نشین ہوا۔ اور میرن کے چھوٹے لڑکے کے دعوی کو انگریزوں نے تسلیم نہیں کیا۔

نجم الدولہ اور اس کی ماں منی بیگم کا ارادہ تھا کہ نندکمار کو دیوان مقرر کریں۔ لیکن کلکتہ کونسل کے ممبروں نے نندکمار کو ناپسند اور اس تجویز کو نامنظور کر دیا۔ آخر رضا خان نے بہت بڑی رشوت دیکر اس عہدہ کو حاصل کر لیا۔

۱۷۶۶ء میں اختلاجات بخار ہو کر نجم الدولہ نے وفات پائی نجم الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی سیف الدولہ تخت نشین ہوا جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی اس کی کم سنی کی وجہ سے ملک کا تمام انتظام منی بیگم کے ہاتھوں میں دیا گیا ۱۷۷۰ء میں اس نوجوان نواب نے مرض چیچک میں مبتلا ہو کر انتقال کیا

اب ببو بیگم کا لڑکا مبارک الدولہ نواب بنایا گیا اس وقت مبارک کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔

۱۷۷۲ء میں وارن ہسٹنگ بنگال کا گورنر مقرر ہو کر آیا اس نے ریاست کی آمدنی ناکافی دیکھ کر انتظام میں اصلاح کی کوشش شروع کی پہلے تو اس نے حکومت کے معاملات کی جانچ کے لیے ایک خفیہ کمیٹی مقرر کی اور نند کمار کے اشارے پر کمیٹی نے رزیڈنٹ مڈلٹن کو رضا خان کی گرفتاری کے لیے لکھا کیونکہ کمیٹی رضا خان ہی کو تمام خرابیوں کی جڑ سمجھتی تھی اس کے بعد رضا خان کلکتہ لایا گیا۔ اگرچہ کچھ دنوں تک رضا خان منی بیگم کے خلاف ببو بیگم کی مدد کرتا رہا تھا کیونکہ وہ منی بیگم کے فوائد کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا تاہم منی بیگم کو اس کی گرفتاری کا بے انتہا رنج ہوا اور اس نے ان کی خلاصی کے واسطے حتی الامکان اس کے رہا کرنے کی کوششیں کیں۔

رضا خان کی بے دخلی کے بعد منی بیگم کمسن نواب کی اتالیق مقرر ہوئی

منی بیگم نے کونسل میں نند کمار کے لڑکے گرداس کو راجہ کا خطاب ملنے اور دیوان یا محاسب اعلیٰ کے عہدہ پر مقرر کئے جانے پر بہت زور دیا لیکن اس کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہو سکی کہ ببو بیگم کے عوض نواب مبارک الدولہ کی سوتیلی ماں منی بیگم کیوں سرپرست مقرر کی گئی۔ اور ببو بیگم کی درخواست بنگال گورنمنٹ نے کیوں نامنظور کر دی۔ بہرحال منی بیگم کے تقرر کے وجوہ کونسل نے ۱۱ جولائی ۱۷۷۲ء کی کارروائی کے سلسلہ میں حسب ذیل بیان کئے ہیں۔

> نواب موجودہ کی سرپرستی و نگرانی کے لیے نواب مرحوم میر جعفر علی خان کی بیوہ منی بیگم سے زیادہ موزوں اور قابل اعتماد ہم کسی کو نہیں پاتے ہماری پالیسی اور مصلحت سے قطع نظر کرکے بھی اس بیگم کا مرتبہ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان تمام معاملات میں جنہیں نواب خود نہیں کر سکتے وہ یقیناً ان میں بطور خود کارروائی کریگی
>
> ایک عورت میں سب قابلیتوں کے پائے جانے کی امید نہیں کی جاتی لیکن منی بیگم میں اس قسم کی قابلیتوں کی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ اس عہدہ داری کے لیے زیادہ فہم و ذکاوت کی ضرورت بھی نہیں۔

کام میں آسانی کے خیال سے منی بیگم نے اعتبار علی خان خواجہ کو راجہ گرداس

کا نائب مقرر کر دیا لیکن وہ بیوقوف اور بدمعاش آدمی تھا اسی وجہ سے اپنے عہدہ پر مغرور ہو کر اس نے اپنے زمانہ کے بڑے مشہور لوگوں کی بے عزتی کی اور اس طرح ملک میں سخت بے اتفاقی اور دل کبیدگی پیدا کر دی تھی کی صلاح سے منی بیگم نے بہو اور مبارک کو تمام اختیارات سے محروم کر دیا کر دیئے اس نائب اور تاجر پیشہ افسر پر بیگم نے جو مہربانیاں کی تھیں آگے چلکر ان پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔

گورنر جنرل ہیسٹنگز نے مبارک کا وظیفہ ۳۰ لاکھ سے گھٹا کر سولہ لاکھ کر دیا۔ یہ روپیہ اس کی کم سنی تک منی بیگم کی رائے سے حسب ذیل مدوں میں خرچ کرنا ہوتا تھا:

(ا) نواب کا سامان عیش و عشرت

(ب) نواب کے خاندان اور فوجی اخراجات

(ج) اس کا ایک حصہ میر جعفر کے رشتہ داروں اور دوسرے متعلقین کی تنخواہوں میں صرف ہوتا تھا

(د) ایک حصہ علی وردی خان کے جانشینوں کی تنخواہوں میں جاتا تھا۔

(ہ) کچھ تنخواہیں مبارک کے متعلقین کو بھی دی جاتی تھیں

دو برس کی طویل تحقیقات کے بعد رضا خان رہا کیا گیا۔ اور جو اختیارات اس سے چھین لئے گئے تھے۔ وہ پھر اُسے حاصل ہو گئے۔ تب منی بیگم ایک لاکھ سالانہ

وظیفہ دیکر الگ کر دی گئی

لیکن اس سے قبل کہ سیاسی معاملات میں کوئی تبدیلی ہو وارن ہیسٹنگز نے رضا خان کو اس بہانہ سے الگ کر دیا کہ نواب اپنے معاملات خود نظم دینے کے قابل ہو گیا ہے۔ اور اس نے خود وارن ہیسٹنگز کو اس مضمون کا خط لکھا ہے کہ "مجھ (مبارک الدولہ) پر بلا وجہ ظلم اور بد چلنی کا الزام لگایا جاتا ہے"۔ لیکن "کورٹ آف ڈائرکٹرز" کو بدستور رضا خان کے بحال کیے جانے پر اصرار تھا۔ کیونکہ درحقیقت نواب میں معاملات ریاست سمجھنے کی قابلیت نہ تھی۔

وارن ہیسٹنگز بار بار عرصہ تک اس حکم کو ٹالتا رہا۔ اور منی بیگم و نواب کی طرفداری کئے گیا مگر آخر کار اسے مجبور ہونا پڑا۔

سنہ ۱۷۹۳ء میں مبارک الدولہ نے وفات پائی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا بابر علی ۲۸ ستمبر سنہ ۱۷۹۳ء کو ناظم بنگال مقرر ہوا۔

منی بیگم کی علیحدگی کے بعد اس سے حساب طلب کیا گیا۔ اور حسابات کی جانچ پڑتال کے لئے [illegible] کی زیر صدارت ایک کمیشن مرشد آباد بھیجا گیا۔ چنانچہ تحقیقات ہونے پر ایک بڑی کمی دریافت ہوئی۔ منی بیگم نے ظاہر کیا کہ یہ رقم گورنر جنرل ہیسٹنگز اور ان کے ملازموں پر صرف کیگئی ہے

ایسٹ انڈیا منی بیگم کی عزت کرتی تھی۔ علاوہ اس کے اس قدر پنشن کو خاص شرف ہوتا تھا۔

جنوری ۱۸۱۳ء میں جس وقت منی بیگم نے قضا کی ہے تو اس کے اظہار اعزاز و ماتم میں اتنی ہی توپیں سر کی گئیں جتنی منی بیگم کی زندگی میں اس کے اعزاز میں چلتی تھیں۔ وفات کے بعد جعفر گنج کے قبرستان دفن کی گئی۔

ایک بار رانی بھوانی سلطنت نے بیس کہار اور ایک پالکی دی تھی۔ اور ان کہاروں کے لیے ایک قطعہ اراضی بھی معافی میں مقرر کیا تھا۔ یہ قطعہ اراضی نظامت میں شامل تھا اور اس سے بارہ ہزار روپے سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔

مرشد آباد میں چوک کی مسجد اسی بیگم کی یاد تازہ کرتی ہے۔ یہ مسجد میں تیار ہوئی تھی۔

منی بیگم ایک بڑی ہمت والی اور سمجھدار عورت تھی البتہ اس کے مزاج میں کچھ سرکشی اور بے صبری ضرور تھی۔ اس وقت بنگال میں رانی کے سوا اور کوئی ایسی ہستی نہ تھی جو فیاضی میں منی بیگم سے سبقت لے جا سکتی یا برابری کر سکتی۔ وہ اپنی عام مہربانی اور سخاوت و امداد کی بدولت کمپنی کی ماں اور مہربان کہلاتی تھی۔ اعتبار علی خان کو معمولی درجہ سے اختیار اور عزت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا اسی عقلمند بیگم کا کام تھا۔

منی بیگم بھی اصلی بیگموں و خاص ہونے کی حیثیت سے ایک لاکھ سالانہ سے زیادہ وظیفہ پاتی تھی اور اسے اچھے کاموں میں صرف کرتی تھی۔

ایک مرتبہ منی بیگم کو معلوم ہوا کہ اس کی ایک خادمہ مفلس، روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے لڑکے کی شادی نہیں کر سکتی ہے۔ یہ سنکر بیگم نے اسی وقت خادمہ کے پاس ستر یا اسی اشرفیاں اور ضروری اسباب کے بھیجدیں۔

غلام حسین نے اس واقعہ کو سیر المتاخرین میں مفصل طور پر بیان کیا ہو جس وقت یہ شادی ہوئی ہو تو وہ مرشد آباد ہی میں تھا۔

میر جعفر کی بیوی منی بیگم کے حالات زندگی سے یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ ایک عورت جو مفلسی میں پیدا ہوئی ہو جس نے آغوش بے کسی میں پرورش پائی ہو، وہ محض اپنی ذہانت اور خوش اطواری کی وجہ کس طرح اس درجہ پر پہنچ سکتی ہے۔

"اللہ بس، باقی ہوس"

خاتمہ

از جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی

آخر میں "بیگمات بنگال" کی آپ سیر کر چکے، آپ نے دیکھا کہ اس چھوٹے سے سفر میں کیا کیا سبق آموز اور عبرت آمیز منظر آپ کی نظر سے گزرے۔ آپ نے سمجھا کہ اس "تذکرۂ بیگمات" میں ضمنی طور پر چند جگیوں اور جاری تباہی و بربادی کی کس قدر دل خراش داستان پنہاں ہے، پہلے کیا تھے اور اب کیا سے کیا ہو گئے؟ یہ جو کچھ آپ کی آنکھوں نے جانے والے تماشے دیکھے یہ درحقیقت واقعات کا ایک خدو خال سا تھا کہ جو عبرت شرط ہے بڑی بڑی کتابیں اپنا دل کھول کے آپ کے سامنے رکھ دیتا۔

اس چھوٹی سی سیر میں آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا کہ عورت اپنے اندر کیا قوت پنہاں رکھتی ہے اور اپنی فطری ذہنی و دماغی قابلیتوں سے کیا کیا کچھ پرتاثیر نتائج پیدا کر سکتی ہے؟

وہی عورت جس کا تاریخ عالم میں مرد سے اول درجہ کا ساتھ ہے آج ایک وجود بیکار اور ضعیف و کم مایہ ہستی سمجھی جانے لگی ہے۔

یہاں تک کہ خود اس کو اپنی اس قوت و قدرت کا احساس نہیں رہا!!!...

لیکن یہاں کی بات یہ ہے کہ مرد جو کچھ کرتا اور کر سکتا ہے اور ابتدائے خلقت سے اب تک جو کچھ بھی کیا ہے اس میں عورتوں کے ہاتھ ضرور تھے اور ہونا ضرور ہیں۔

اسی "بیگمات بنگال" میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان خواتین نے کیا کیا کام کیے، وہ دربار پر کیا اثر و اقتدار رکھتی تھیں؟ اور ان کی قوتیں کیا کیا عبرت ناک و ناقابل فراموشی کام کرتی تھیں؟

یہ سچ ہے کہ وہی قومیں دنیا میں کامیاب ہوتی ہیں، اور انہیں نے کچھ ترقی کی ہے جن کی قوت بازو اور شریک استقلال عورتیں بھی ہیں، بیگمات بنگال میں بھی جب تک یہ باتیں رہیں فرمانروائی کی طاقت کو انہوں نے بحال رکھنے کی کوششیں کیں لیکن افسوس خود ہم میں کچھ ایسے خود غرض، قوم فروش، پیدا ہو گئے جو غیروں سے مل بیٹھ کے پیٹ کا غلامی کر گئے۔

تاہم جب تک بنگالہ کی متعلقہ بیگموں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اپنے شوہروں کے ساتھ وفاداری برتی اور ان کا ساتھ دیا اپنی اولاد کی ان تھک کوششیں کیں، جلالی، سخاوت، رحم، ایسے کاموں میں صرف کیا غریبوں کو

فائدہ سے ہو جائے، گو نہ مصیبتیں اور تکلیفیں بھی جھیلیں، مگر جب تک خصّ
ذہانت، ہمت ان کی رفیق رہی، وہ اپنا کام کیا کیں۔ اور حق یہ ہے کہ
ان میں قریب قریب سب بیگمیں غیر معمولی دل و دماغ کی ہوئیں جنھوں
انھوں نے بنگال کی جلد برباد ہونے والی اسلامی طاقت کو مدت تک تباہ
ہونے سے بچایا اور مصائب کے گوناگوں تھپیڑوں کا زبردست مقابلہ کیا۔
آخر جب کچھ نہ بنائے بنی، تو مجبوراً انھوں نے گوشۂ عافیت اختیار کر لیا، وہ

"زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز"

پر عمل کرکے انگریزی گورنمنٹ نے اپنی عنایت سے جو کچھ بھی دیا اسے
صبر و شکر سے قبول کیا۔ پھر کبھی کوئی ایسی حرکت انھوں کی جس سے
ان کی وفاداری پر شبہ نظریں پڑ سکتیں۔

ہر حال جو کچھ بھی انھوں نے کیا بہت کیا، اور ضرورت ہے کہ
ان کے عمدہ کارناموں سے ہم مفید سبق لیں، اتفاق کریں، دوریوں سے قطع
نظر کریں، اور اپنے فرائض کو پہچانیں۔ خاص کر وہ مستورات جن میں اب
اپنے فرض کا احساس کامل پیدا ہو گیا ہے، وہ کیا ہے، علم کا شوق!

جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ بیگمات بنگال کے حالات پر کوئی
مستقل کتاب اردو میں موجود نہ تھی جس میں اس تفصیل و ترتیب سے
ان کی سوانح زندگی لکھے گئے ہوں، اور ضرورت کا یہ تقاضا ہے کہ جس قدر بھی

اس قسم کی کتابیں اردو میں منتقل کی جائیں کہ حقیقت میں لٹریچر اور ادب اردو
کی ترقی اور اصلاح معاشرت کی عملی سعی مشکور ہی ہے۔ اس خیال کو پیش
نظر رکھتے ہوئے ہم شکرگزار ہیں کہ عزیزی سید ذکی التورین انور صاحب نے
اس ضرورت کو محسوس کرکے "بیگمس آف بنگال" (۱) میں کے جیسی مفید
کتاب کا ترجمہ اور نسوانی ادبیات اردو میں بہترین اضافہ فرما کر
اس کو جلد شائع فرما دیا۔ امید ہے کہ سید صاحب موصوف آئندہ بھی اس
قسم کا سلسلہ جاری رکھیں گے کہ: ع

"ابھی تک میری آنکھوں کو وہی ذوق تماشا ہو"

مخلص

محمد حسین محوی (لکھنؤ)

۱۲-دسمبر ۱۹۱۰ء

فہرست مضامین بیگمات بنگال

رائے

از بابو جادو ناتھ سرکار ایم۔ اے پروفیسر پٹنہ کالج

میں نے نہایت غور کے ساتھ بابو برجندر ناتھ بنرجی کی کتاب "بیگمات بنگال" کے قلمی مسودے کو پڑھا۔ مصنف کی محنت قابل داد ہے۔

انگریزی زبان میں جس قدر کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان میں سے تقریباً سب کو موصوف نے دیکھا ہے اور اپنی تاریخی ذہانت کا اس طرح ثبوت دیا ہے کہ مختلف ذرائع سے جو معلومات انہیں حاصل ہوئے ہیں ان میں معتبر اور غیر معتبر روایات کا باہم امتیاز دکھا دیا ہے۔

صحت واقعات کا بھی موصوف نے بہت بڑا خیال و اہتمام رکھا ہے۔ اور جس کتاب سے جو واقعہ اخذ کیا ہے اس کا ٹھیک حوالہ فٹ نوٹ میں دیا ہے کہ اس کے ساتھ انہوں نے جن کثرت افسانوں کو کتاب میں درج کرنے سے قابل تعریف بے نیازی صرف کی ہے جن سے صرف کتاب کی دل آویزی اور رنگینی ضرور بڑھ سکتی تھی۔

جن خواتین کی زندگیوں کے واقعات کا انہوں نے مطالعہ کیا ہے اور جیسی اخلاقی و تاریخی حیثیت سے ان کو جو اہمیت دی ہے اس میں جا بجا ہم مصنف کی رائے

سے متعلق ہوں لیکن اُن کی تاریخی دیانت اور صحت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔

مصنف نے جو تاریخی طریقہ بجائے خود اختراع کیا ہو اور جس خاموشی کے ساتھ انہایت کم فرصتی کی حالت میں اور کتب خانے کی سہولتیں عدیم ہونے پر اس ابتدائی کتاب کی تیاری میں جو دشواریاں برداشت کی ہیں وہ امید دلاتی ہیں کہ اگر انھیں مدد و مواقع اور کافی سامان میسر آئے تو وہ اعلیٰ درجے کی مفید اور نیز خاص دلچسپ کتابیں شائع کر سکیں گے۔

۲۲ اپریل [illegible]

جادو ناتھ سرکار
ایم۔ اے۔

فہرست

اُن کتب کی جن سے بیگمات بنگال کی تالیف میں مدد لی گئی ہے

۱۔ سیر المتاخرین مولفہ سید غلام حسین خان ۲ جلد مطبوعہ [illegible]
۲۔ ریاض السلاطین مصنفہ غلام حسین سلیم ترجمہ مولوی عبد السلام [illegible]
۳۔ تاریخ ہندوستان مولفہ مورخین مسلمانان مترجمہ ایلیٹ و ڈاوسن ۸ جلد [illegible]
۴۔ انڈین ریکارڈ سیریز متعلق بنگال ۳ جلد مصنفہ ایس۔ سی۔ ہل
۵۔ ارلی اینلز آف دی انگلش ان بنگال [illegible] مرتبہ [illegible]
۶۔ خطوط وارن ہسٹنگز بنام زوجہ خود مرتبہ ایس۔ سی۔ گریر [illegible]
۷۔ دلچسپ تاریخی واقعات مصنفہ جے۔ زیڈ۔ ہال ویلر ۲ حصہ [illegible]
۸۔ انڈین [illegible] مرتبہ لعل گوپال گوسامی حصہ چہارم [illegible]
۹۔ [illegible] بابت انگریز جنتی [illegible] خورشیس بنگال [illegible] مرتبہ جے۔ زیڈ۔ ہال ویلر [illegible]
۱۰۔ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی مقدس یادگاریں مصنفہ [illegible]
۱۱۔ بنگال میں انگریزوں کی ابتدائی تاریخ مولفہ سی۔ آر۔ ولسن [illegible]
۱۲۔ [illegible] جلد اول مطبوعہ [illegible]

۱۳۔ حالات بنگال [illegible] از ونسی ٹارٹ

۱۴۔ انتخابات غیر مطبوعہ ریکارڈ گورنمنٹ [illegible]

۱۵۔ واقعات بنگال کا بیان [illegible]

۱۶۔ بنگال سے افغانستان تک سفر ۲ جلدیں فورسٹر [illegible]

۱۷۔ تاریخ بنگال مصنفہ مسٹر [illegible]

۱۸۔ تاریخ فرشتہ ترجمہ [illegible]

۱۹۔ مذہبی تاریخ بنگال [illegible]

۲۰۔ کلکتہ ریویو مضمون مرشد آباد کے پرانے مقامات [illegible]

۲۱۔ سوانح عمری لارڈ کلائیو مصنفہ مالکم صاحب ۳ جلد [illegible]

۲۲۔ سوانح لارڈ کلائیو مصنفہ [illegible] ۲ جلد

۲۳۔ بنگال پاسٹ اینڈ پریزنٹ کلکتہ از جرنل ہسٹوریکل سوسائٹی

مطبوعات دائرہ ادبیہ

انسانی ترجمانیان – چند اصلاحی و معاشرتی مضامین اور افسانوں کا [illegible] اردو میں نہیں۔ ایک شامی فاضل کی عربی کتاب کا ترجمہ دائرہ نے شائع کیا ہے۔ [illegible] خیالات و [illegible] ادبیت کا عمدہ نمونہ ہے۔ حجم [illegible] صفحات قیمت [illegible]

سیاحت زمین – اسی دن میں تمام کرۂ زمین کا دورہ اور اس کے حیرت انگیز حالات ناول کے پیرایہ میں جغرافیہ وغیرہ کے مسائل کو کمال دلچسپ لطافت سے بیان کیا ہے۔ کتاب شروع کرکے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اصل کتاب فرنچ میں ہے۔ اور دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کی دلآویزی کی وجہ سے ترجمہ ہو چکے ہیں۔ غرض قابل دید ہے۔ [illegible]

سیاحت ہوا – غبارہ پر [illegible] اور عالم ہوا کی سیر کے دلچسپ حیرت انگیز حالات ناول ہی کے انداز کی طرح سیکڑوں خوبیاں رکھتا ہے۔ لائق مطالعہ ہے۔ قیمت [illegible]

مولانا محمد عبد الحلیم شرر کے مشہور زمانہ اور مقبول عام تصانیف

تاریخ اور سیرۃ وغیرہ

تاریخ سندھ – فاتحین عرب نے سندھ میں کیا کیا۔ جلد اول [illegible] جلد دوم [illegible]

قصص قدیم – [illegible] کی شہادت [illegible] اور مستند تاریخ (دوسری ایڈیشن) [illegible]

تاریخ یہود [illegible] تاریخ ارض مقدس [illegible] بنی اسرائیل کی تاریخ آغاز سے انجام تک [illegible] ہے۔ اور بجائے خود ایک مستقل تاریخ ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

مسیح اور مسیحیت – تاریخ ارض مقدس کی دوسری جلد جس میں حضرت مسیح اور دین مسیحی کے [illegible] پھیلنے کے مفصل و مشرح حالات بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد [illegible] مجلد [illegible]

حروب صلیبیہ – مصنفہ مؤرخ انگریز مورخ مسٹر [illegible] کی کتاب کا ترجمہ [illegible]

جنید بغدادی – حضرت جنید بغدادی کے حالات۔ آپکا تصوف و فلسفۂ الٰہی [illegible]

ذخیرہ کتب

محمد احمد ترازی

قیس و لبنیٰ۔ عرب کا سچا عشق۔ اور سچے جذبات محبت مع جدید [illegible]
فلورا فلورنڈا۔ اسپانیہ عظمیٰ کے عہد خلافت کے زوال پر وہاں میں عیسائیوں کی حالت
یوسف نجمہ کامل۔ [illegible]
زوال بغداد۔ شیعہ سنیوں کی نااتفاقی کا عبرت ناک نتیجہ بغداد کی تباہی
مقدس نازنین۔ ایک لڑکی کا پوپ یعنی حضرت مسیح کا جانشین منتخب ہو جانا اور حضرت پاپائی پر مشتمل۔
روما الکبریٰ۔ قدیم دولت روم اس کا وقار اور لوگوں کا اس پر ظلم
فلپانا۔ فتح طرابلس الغرب پر صحابہ کا حملہ حضرت عثمان ذی النورین کا عہد اور جس ملک کے لئے اپنی جان دیے دینا اس پر قبضہ اسلام کی تاریخ
شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی کے دلکش حالات میں ایک دلچسپ ناول
فردوس بریں۔ [illegible] کا سفر اور جنت کی سیر اصل دنیا کا ظاہری عکس اور اس کا دوسرا نہایت ہی تاریک باطنی رخ

خیالی ناول

حسن کا ڈاکو۔ حرام پور کے نواب کا انتقال نامہ حصہ اول ۱۲ دوم ۱۲ [illegible]
اسرار دربار حرام پور۔ نواب مذکور کے رستے کے حالات نمبر اول [illegible] نمبر دوم [illegible]
خوفناک محبت۔ ہندوستانی شریف زادیوں کی پاکدامنی و جانثاری کی ایک سچی تصویر [illegible]
آغا صادق کی شادی۔ ایک سچا واقعہ اور نہایت عجیب و غریب [illegible]
غیب دان دلہن۔ بی بی کی حیرت انگیز غیب دانی۔
پاداش عمل۔ ایک نہایت ہی دلچسپ ناول موسوم بہ [illegible] کا ترجمہ [illegible]
صدیق حسن صاحب ایڈیٹر دلگداز نے بڑی خوبی سے ترجمہ کیا ہے [illegible]
ملنے کا پتہ۔ منیجر دارہ ادبیہ لکھنؤ